ڈاکٹر طاہر سعید کے نام (۱۲)
ڈاکٹر حافظ محمد مقصود

"اُٹھ کہ اب بزمِ جہاں کا اور ہی انداز ہے"

(گزشتہ سے پیوستہ)

ان جمہوری طریقوں اور انتخابات نے نفاذِ اسلام کے راستے میں جو رکاوٹیں پیدا کی ہیں اُن میں سے چند ایک یہ ہیں :-

اوّلاً یہ کہ ہمارے عوام کی اکثریت عقل و فہم سے عاری اور ہوش و خرد سے خالی ہے۔ ایسے لوگ زندگی کے فیصلے اعلیٰ ترین اقدار کو سامنے رکھ کر نہیں بلکہ وقتی اور عارضی آرام و آسائش کو مدِّ نظر رکھ کر مجرّد جذبات سے کرتے ہیں۔ اور یہ کڑوی حقیقت ہمارے لیے چنداں باعثِ تعجّب نہیں کیونکہ مسلسل دو صدیوں تک انگریز کے سامنے دست بستہ قیام و حضور اور خداوندِ فرنگی کی بدترین اور ذلیل ترین بندگی اور غلامی نے گھٹیا پن اور چھچھورپن کے نہایت زود اثر انجکشن دے کر ہمارے اندر معقولیت، سنجیدگی، مضبوط قوتِ فیصلہ، جواں ہمتی، جذبۂ قربانی، مستقل مزاجی اور شعورِ اسلامی کا جنازہ نکالا ہے۔ اسی قوم کے لوگ ایک عرصۂ دراز تک فرنگی عدالتوں کے جج، فرنگی سینماؤں کے مینیجر اور فرنگی شراب خانوں کے نگہبان رہے ہیں۔ اور آج تک یہ "مقامِ شرم" اُن کے لیے "مقامِ فخر و ناز" ہے۔ معاشرتی اور سیاسی جرائم کی جتنی قسمیں کافر قوموں میں پائی جاتی ہیں، ہماری قوم "لفظِ اسلامی" کے ایک ارزاں اور سستے لائسنس کے ساتھ اُنہی جرائم کا ارتکاب کرنے میں کافروں سے بھی زیادہ بے باک ہے۔ ظاہر ہے ایسی فضا میں اگر انتخابات اور الیکشن کی رو چلے تو ایک اسلامی سمگلر، ایک اسلامی ڈاکو، ایک اسلامی چور اور ایک اسلامی میوزک پلیئر (MUSIC PLAYER) ایک عالمِ دین کو ووٹ دے کر اپنے بنے بنائے کاروبار کا خود دشمن تو کبھی بھی نہیں بن سکتا۔ وہ تو ایک ایسے شخص کو منتخب کرکے

اسمبلی میں بھیجے گا جو اُسے سمگلنگ اور ڈاکے اور چوری کا لائسنس فراہم کر سکے اور اگر بہ دوڑان غلط کاریوں میں کبھی پکڑا گیا تو وہی ایم پی اے یا ایم این اے اس قومی خیانت میں اُس کا باتونی اور چرب زبان وکیل بن سکے۔ چنانچہ اس ملک کی اسمبلیوں پر ایک طائرانہ نگاہ دوڑایئے تو آپ کو رحمت کے فرشتوں کے فقدان اور شرارت کے شیاطین کی فراوانی ہی فراوانی نظر آئے گی جو انسان کے روپ میں جنگلی درندوں کا رول ادا کر رہے ہیں، جنہیں قدرت نے انسانوں کو لوٹنا تو درکنار درندگی اور خونخواری میں شیطانوں کے کان کترنے کا بھی ایک عظیم الشان ملکہ عطا کر رکھا ہے۔

ایک ایسے جمہوری طریقِ کار اور انتخابی سیاست میں اس معجزہ کے وقوع و امکان کی توقع آخر کون رکھ سکتا ہے کہ ایک ایسا معاشرہ جہاں اسّی فیصد لوگ دعوت الی اللہ کی اصلی رُوح سے مدّتوں بیگانہ رہنے کی وجہ سے صرف نسلی و موروثی یا کلمہ گوئی کی حد تک مسلمان ہوں وہاں اُن کے ووٹوں سے پکے اور سچے مسلمان ابھر کر کبھی اسمبلیوں میں پہنچ سکتے ہیں۔ اگر کبھی ایسا ہوتا تو پھر اس ملک میں جہاں کلمہ گو مسلمانوں کا تانتا لگا رہتا ہے ایک سیکولر باپ کی سیکولر بیٹی منتخب ہو کر ایک "منکر" کی شکل میں کیوں مسندِ اقتدار پر متمکن ہو گئی؟ کیا اُن کے منشور میں صاف لکھا ہُوا نہیں کہ طاقت کا سرچشمہ عوام ہیں اور کیا قرآن کے ایک ایک صفحے پر اس حقیقت کو کھول کر بیان نہیں کیا گیا ہے کہ اللہ کی حاکمیتِ مطلقہ کے تصوّر کو نظر انداز کرتے ہوئے عوام کی طاقت کا نظریہ رکھنا بدترین قسم کا شرک ہے۔

پس یہ ایک مسلّمہ حقیقت ہے جس سے صرف وہی شخص انکار کر سکتا ہے جو لاٹھی لے کر عقل و دانش کے پیچھے پیچھے دوڑ رہا ہو کہ اسی معاشرہ میں دعوت قرآنی کو ثانوی (SECONDARY) حیثیت دے کر نفاذِ اسلام کے نعروں سے عوام کے ووٹ حاصل کرنا گھوڑا گاڑی کو گھوڑے سے آگے (TO PUT THE CART BEFORE THE HORSE) باندھنے کے مترادف ہے، جس معاشرہ میں نظریۂ توحید سے لوگوں کے دماغوں کو مسحور اور دلوں کو مسرور نہ کیا گیا ہو، جہاں ایک نظامِ باطل کی خرابی اُن پر واضح

نہ کی گئی ہو، جو اسلام کی اصلی روح سے قطعی نابلد اور قرآن و سنّت کی بنیادی تعلیمات سے بالکل ناآشنا ہوں وہاں نظامِ باطل کی سرکوبی اور نظامِ حق کی کامرانی کے لیے اُن سے ووٹ حاصل کرنے کی توقع رکھنا عقل و منطق کی کونسی عدالت کی رُو سے درست ہے۔

اِس ساری بحث کو ذہن نشین کر لینے کے بعد اب آپ جماعتِ اسلامی سمیت اپنے ملک کی اسلامی سیاسی جماعتوں پر نگاہ دوڑایئے تو آپ کو صاف نظر آجائے گا کہ یہ جماعتیں جن کا اصل ہدف قرآن و سنّت کی دعوت کو وسیع پیمانے پر پھیلانا اور عوام کی ذہنی اور فکری صفائی کرنا تھا، اُلٹا دین کی حقیقت سے غافل و ناآشنا عوام سے ووٹ حاصل کرنے اور اسمبلی اور پارلیمنٹ کے ذریعے نفاذِ دین کے اُسی اَن ہونے معجزے کا انتظار کر رہی ہیں جس کا میں ابھی ذکر کر آیا ہوں۔ چنانچہ الفاظ قلم بند کرتے ہوئے میرا ذہن اچانک مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے اسٹریچی ہال کی جانب منتقل ہو رہا ہے۔ جہاں جماعتِ اسلامی کے سابق امیر سیّد ابوالاعلیٰ مودودی مرحوم مغفور نے ۱۲ ستمبر ۱۹۴۰ء کو "اسلامی حکومت کس طرح قائم ہوتی ہے" کے عنوان سے ایک بڑی فکر انگیز اور ایمان افروز تقریر کی تھی، جس میں انہوں نے نہایت واضح اور دو ٹوک الفاظ میں فرمایا:

"جمہوری حکومت میں اقتدار اُن لوگوں کے ہاتھ میں آتا ہے جن کو ووٹروں کی پسندیدگی حاصل ہو۔ ووٹروں میں اگر اسلامی ذہنیت اور اسلامی فکر نہیں ہے، اگر وہ صحیح اسلامی کیریکٹر کے عاشق نہیں ہیں، اگر وہ اس بے لاگ عدل اور ان بے لچک اصولوں کو برداشت کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ جن پر اسلامی حکومت چلائی جاتی ہے تو اُن کے ووٹوں سے کبھی "مسلمان" قسم کے آدمی منتخب ہو کر پارلیمنٹ یا اسمبلی میں نہیں آسکتے۔ اس ذریعہ سے تو اقتدار ان ہی لوگوں کو ملے گا، جو مردم شماری کے رجسٹر میں تو چاہے مسلمان ہو، مگر اپنے نظریات اور طریقِ کار کے اعتبار سے جن کو اسلام کی ہوا بھی نہ لگی ہو۔ اس قسم کے لوگوں کے ہاتھ میں اقتدار آنے کے

معنی یہ ہیں کہ ہم اس مقام پر کھڑے ہیں جس مقام پر غیر مسلم حکومت میں تھے، بلکہ اس سے بھی بدتر مقام پر — کیونکہ وہ "قومی حکومت" جس پر اسلام کا نمائشی لیبل لگا ہوگا، اسلامی انقلاب کا راستہ روکنے میں اس سے بھی زیادہ جری و بے باک ہوگی جتنی غیر مسلم حکومت ہوتی ہے۔ غیر مسلم حکومت جن کاموں پر قید کی سزا دیتی ہے "مسلم قومی حکومت" ان کی سزا پھانسی اور جلاوطنی کی صورت میں دے گی اور پھر بھی اس حکومت کے لیڈر جیتے جی غازی اور مرنے کے بعد رحمۃ اللہ علیہ رہیں گے۔ پس یہ سمجھنا قطعی غلط ہے کہ اس قسم کی "قومی حکومت" کسی معنی میں بھی اسلامی انقلاب لانے میں مددگار ہوسکتی ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ اگر ہم کو اس حکومت میں بھی اجتماعی زندگی کی بنیاد بدلنے ہی کی کوشش کرنی پڑے گی اور اگر ہمیں یہ کام حکومت کی مدد کے بغیر بلکہ اس کی مزاحمت کے باوجود اپنی قربانیوں ہی سے کرنا ہوگا۔ تو آج ہی سے یہ راہ عمل کیوں نہ اختیار کریں؟۔ اس نام نہاد "قومی حکومت" کے انتظار میں اپنا وقت یا اس کے قیام کی کوشش میں اپنی قوت ضائع کرنے کی حماقت آخر ہم کیوں کریں۔ جب کہ ہمیں یہ معلوم ہے کہ وہ ہمارے مقصد کے لیے نہ صرف غیر مفید ہوگی، بلکہ کچھ زیادہ ہی سدِّ راہ ثابت ہوگی۔"

دیکھا آپ نے کیسے زوردار لہجے میں سیّد مودودی مرحوم جمہوری طریق کار یا انتخابی سیاست کو ایک شجرِ ممنوعہ قرار دے کر اس کی بھرپور نفی کر رہے ہیں۔

پھر سیاست چھوڑ کر داخل حصارِ دیں میں ہو
ملک و دولت ہے فقط حفظِ حرم کا اک ثمر
ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لیے
نیل کے ساحل سے لے کر تابہ خاکِ کاشغر
تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

(باقی صـ۴۸ پر)